معاشرتی اصلاح اور اتحادِ امت کے فروغ میں مقاصدِ شریعت کی فعالیت

عبد الغفار*

ابو الحسن شبیر احمد**

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات بابرکات غنی اور بے نیاز ہے۔ اسے اپنے بندوں کی عبادت کی نہ تو کوئی ضرورت ہے اور نہ ہی بندوں کا عبادت کرنا اس کی شان میں کوئی اضافہ کر رہا ہے۔ جب تکوین و تخلیق سے باری تعالیٰ کا اپنا کوئی نفع مقصود نہیں تو اس کے علاوہ کوئی اور مقصد نظر نہیں آتا کہ اس میں مخلوقات کی بھلائی مقصود اور ملحوظ ہو۔ شارع نے جتنے بھی احکامات دیے ہیں وہ سب بندوں کی مصلحت کی بنا پر دیے ہیں اور ان پر عمل کرنے میں انہی کا نفع اور عمل نہ کرنے میں نقصان ہے۔ شارع نے بعض احکام دیتے ہوئے ان کے مصالح کی تعیین بھی فرمائی، البتہ بعض احکام کے مقاصد اور مصالح کی تفہیم اور ادراک اولوالالباب پر چھوڑ دی گئی کہ وہ ان مقاصد کا ادراک کریں پھر ان کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کر سکیں۔ اس پس منظر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ احکام شرعیہ اپنے اندر بہت سے فوائد رکھتے ہیں۔ حب جاہ اور دین سے دوری جہاں معاشرتی بگاڑ کا ذریعہ بنی ہے وہیں اس نے اہل اسلام کی صفوں میں اختلاف وافتراق کو بھی جنم دیا ہے۔ چنانچہ مذکورہ دونوں خرابیوں کا سدباب وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی اصلاح معاشرہ اور ملت اسلامیہ کے اتحاد واتفاق بنیادی اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ معاشرتی اصلاح فرد، معاشرہ اور ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ ریاست، معاشرہ اور فرد کی اس ذمہ داری کو قرآن حکیم نے مختلف انداز میں بیان فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ (1)

"یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جما دیں تو یہ پوری پابندی سے نماز قائم کریں، زکوۃ دیں، اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں۔"

مذکورہ آیت میں حکومت کے بنیادی اہداف اور اغراض و مقاصد بیان کئے گئے ہیں۔ اسلامی حکومتوں نے جب تک اپنی ترجیحات میں ان مقاصد کو مقدم رکھا تب تک نہ صرف حکومتی ڈھانچہ مستحکم رہا بلکہ معاشرہ بھی پر امن

---

* لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، پاکستان

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، پاکستان

رہا۔ فلاحی ریاست کے قیام کے لئے شارع کے مجوزہ اصولوں کے مطابق اقامت صلاۃ وزکوٰۃ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام ناگزیر ہے۔ معاشرتی اصلاح اور قیام امن کے ذمہ داروں کے لئے لازم ہے کہ وہ شارع کے مقاصد کی تکمیل کے لئے منصوص قواعد کے ساتھ سد ذرائع اور فتح الذرائع کے فقہی اصول سے استفادہ کرتے ہوئے قوانین کی عملی تنفیذ کی راہ ہموار کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

"مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ-"(2)

"تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اسے زور بازو سے روکنے کی کوشش کرے ، اگر اس کی سکت نہ ہو تو اسے زبان سے روکے ، اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو اسے اپنے دل سے برا جانے ، یاد رہے کہ یہ ایمان کا کم ترین درجہ ہے۔"

شارع نے انسان اور اس کے ماحول کے درمیان بھی ایک توازن قائم کیا۔ کائنات کا متوازن نظام انسان کو نہ صرف وسائل سے استفادہ کے مواقع فراہم کرتا ہے بلکہ ماحول کی نظافت وطہارت کی بھی ترغیب دیتا ہے۔ منظم و مربوط معاشرتی ماحول کسی ایک فرد کا حق نہیں ہے بلکہ مستقبل کی نسلیں اس کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتی ہیں۔ اصلاح احوال کے لئے فساد فی الارض کو حدود میں شامل کر کے سخت ترین سزا تجویز کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَاجزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًاأَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْامِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴾(3)

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑیں اور زمین میں فساد برپا کریں ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے ، یا صولی چڑھا دیا جائے ، یا مخالف سمت سے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دئے جائیں ، یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے۔ یہ تو ان کی دنیاوی ذلت و خواری ہے اور آخرت میں ان کے لئے بہت سخت عذاب ہے۔ "

معاشرتی اصلاح کے لیے شارع نے نہ صرف عوام الناس کی اصلاح کے لئے اقدامات کئے ہیں بلکہ حکمرانوں اور منصب قضا سے وابستہ افراد کے لئے بھی تفصیلی رہنمائی فراہم کی ہے۔ نظام عدل اجتماعی کا قیام معاشرتی اصلاح کا لئے ناگزیر ہے اور اس مقصد کے لئے انفرادی سطح پر تقوی کی صفت کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ تقوٰی کا تقاضا یہ ہے کہ ہر

شخص اپنے فرائض و واجبات ایمانداری اور تندہی کے ساتھ ادا کرے۔ مقالہ ہذا میں اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ معاشرتی اصلاح اور اتحاد امت کے فروغ میں مقاصد شریعت کس طرح ممد و معاون ہیں اور اس کی عملی صورت کیا ہے۔

مقاصد شریعت سے مراد وہ حکمتیں اور اہداف ہیں جو بندوں کے مصالح کے پیش نظر تشریعی امور میں ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ شریعت کے نزول کا مقصد انسانوں کی جلب منفعت اور دفع مضرت ہے۔ شریعت کی نگاہ میں انسان کی منفعت اس کے دین، جان، نسل، عقل اور مال کے تحفظ میں مضمر ہے۔ اس کو فقہ اسلامی کی اصطلاح میں عموماً مصالح خمسہ اور مقاصد شریعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر مصالح پانچ ہیں جن کا حصول احکام شرعیہ کا مقصود ہے۔ دین، حیات وزندگی نسل، عقل اور مال کا تحفظ، جو امور ان مصالح کے حصول کے لئے اس قدر ناگزیر ہو جائیں کہ ان کے فقدان کی وجہ سے ان مصالح کے فوت ہو جانے کا یقین یا ظن غالب ہو تو وہ ضرورت ہیں۔ ضرورت فقہاء کے ہاں ایک ایسی مستقل اصطلاح ہے جس میں اضطرار بھی داخل ہے۔ حاجت ایسی کیفیت ہے جس میں انسان ان مصالح پنجگانہ کے حاصل کرنے میں ایسے قابل لحاظ مشقت و حرج میں مبتلا ہو جائے جن سے بچانا شریعت کا مقصود ہے البتہ فقہاء کے یہاں کبھی ضرورت پر حاجت اور کبھی حاجت پر ضرورت کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔

علم المقاصد کا باضابطہ آغاز امام شافعیؒ سے ہوا، جو متعدد ارتقائی منازل طے کرتا ہوا موجودہ شکل میں مرتب ہوا، امام شاطبیؒ نے سب سے پہلے مقاصد شریعت کی اصطلاح استعمال کی۔ معاشرتی اصلاح اور ملت اسلامیہ میں اتحاد واتفاق پیدا کرنے اور اسے منظم و مربوط کرنے کے لئے مقاصد شریعت کا مؤثر کردار ہے۔ پیش آمدہ مسائل پر مقاصد کی عملی تطبیق ایک حساس نوعیت کا معاملہ ہے، لہذا نصوص شرعیہ کی روشنی میں قانون سازی کرتے ہوئے مقاصد شریعت کو ملحوظ رکھا جانا چاہئے، یعنی عمومی مقاصد کے مقابلے میں شریعت کے متعین احکام کو اوّلیت حاصل ہے۔

معاشرتی اصلاح مقاصدِ شریعت کا مقصود و مطلوب ہے :

اللہ تعالیٰ نے انسان کو تخلیق کر کے کرہ ارض پر آباد کیا اور اس کی ہدایت و رہنمائی کے لیے بعثتِ انبیاء کا مقدس سلسلہ شروع فرمایا۔ انسانی معاشرے کے وجود سے لے کر اسے منظم اور پر امن طور پر چلانے کے لیے ایک ایسے مربوط نظام کا وجود ضروری ہے جس میں ہر شخص کے حقوق و فرائض کا تعین ہو اور خلاف ورزی پر سزا کا نفاذ ہو۔ اس طریقے سے اگر نظم و نسق چلایا جائے تو نہ صرف یہ کہ تمام افراد کو ان کے حقوق ملتے ہیں بلکہ ہر شخص اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے پوری کرتا ہے اور یوں معاشرہ صالح اور پر امن خطوط پر استوار ہوتا ہے۔ فرد چونکہ معاشرے کی اولین اکائی ہے اور مختلف افراد کا مجموعہ ایک معاشرہ تشکیل دیتا ہے اس لیے معاشرتی اصلاح کے لیے

ضروری ہے کہ اولاً افراد کی اصلاح یقینی بنائی جائے تاکہ معاشرے کو ایسے افراد میسر آسکیں جو معاشرتی اصلاح میں اپنا کردار بخوبی ادا کرسکیں۔ اسلام انفرادی اصلاح کے ساتھ معاشرتی اصلاح کا نہ صرف داعی ہے بلکہ اس کے لئے مؤثر قانون سازی پر بھی زور دیتا ہے۔ انفرادی اور اجتماعی اصلاح پر مہذب معاشرہ کا قیام منحصر ہے، چنانچہ ذیلی سطور میں اصلاح کی ان دونوں قسموں کے بارے میں اسلام کی عمومی ہدایات کا جائزہ لیتے ہیں۔

صالح معاشرے کا قیام انفرادی اصلاح پر موقوف ہے:

اسلام انفرادی اصلاح کی عمارت چار ستونوں پر استوار کرتا ہے۔ پہلا ستون حصول علم، دوسرا علم کے مطابق عمل، تیسرا دین و دنیا کا حسین امتزاج اور چوتھا ستون مسئولیت اور احساسِ ذمہ داری ہے۔ اصلاح کے باب میں قرآن حکیم کی اولین ہدایت اور پہلی وحی حصول علم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی جبرائیل امینؑ سے پہلی ملاقات کے وقت جو آیات نازل ہوئیں ان میں تحصیل علم کا حکم ہے تاکہ یہ بات واضح ہو کہ ہر قسم کی اصلاح کی ابتدائی کڑی حصولِ علم ہے۔ اس قرآنی دعوت کے بعد آپ ﷺ نے بھی حصولِ علم کی دعوت دی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جو شخص حصول علم کے لئے کسی راستے میں چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں۔" (4) چنانچہ قرآن حکیم کی اس دعوت پر لبیک کہنے والوں کے لیے بلندی درجات کی بشارت بھی وارد ہے۔

﴿ يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِيْنَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ۔﴾(5)

"جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے اللہ ان کے درجے بلند کرے گا۔"

انفرادی اصلاح کے سلسلے میں دوسرا بنیادی ستون عمل ہے۔ محض عمل بسا اوقات اصلاح کی بجائے بگاڑ کا سبب بن جاتا ہے۔ اس لیے اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ علم کے مطابق عمل پایا جائے۔ اسی بنا پر قرآن و سنت میں فوز و فلاح کے لیے عمل کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ معلوم ہوا روز قیامت ایسا عمل مقبول ہوگا جو ایمان کے نور سے منور ہوتے ہوئے ہدایتِ علمی کے مطابق کیا جائے۔ ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُواْ الصَّلاَةَ وَآتَوُاْ الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ۔﴾(6)

"جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے رہے ان کو ان کے کاموں کا صلہ ان کے رب کے ہاں ملے گا اور قیامت کے دن ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمناک ہوں گے۔"

اسلام کی ایک بنیادی خوبی یہ ہے کہ یہ روح اور جسم دونوں کے تقاضوں کا خیال رکھتے ہوئے جائز حد تک جائز ذرائع سے ان کو پورا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اسلام نہ تو خالصتاً مادی مذہب ہے کہ دنیا کی رنگینیوں میں مست ہو کر

انسان آخرت سے غافل ہو جائے اور نہ ہی اسلام روحانیت کا اس قدر درس دیتا ہے کہ انسان دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لے اور یوں دنیا کی نعمتوں سے مستفید نہ ہو سکے۔ بلکہ اسلام دین اور دنیا میں ایک حسین امتزاج پیدا کرتا ہے۔ اصل مقصد اور مطمح نظر اخروی نعم کو قرار دیتا ہے لیکن دنیا کی نعمتوں کے استعمال اور حصول کے لیے جائز کوشش کی ترغیب دیتا ہے۔ چنانچہ اس کے نتیجے میں انسان کی نہ صرف دنیا اچھی ہوتی ہے بلکہ وہ اخروی انعامات کا حق دار بھی قرار پاتا ہے۔ دین و دنیا کے اسی امتزاج کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَابْتَغِ فِيْمَا آتَاکَ اللّٰهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيْبَکَ مِنَ الدُّنْيَا۔﴾(7)

"اور جو مال تم کو اللہ نے عطا کیا ہے اس سے آخرت کی بھلائی طلب کیجئے اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلایئے۔"

چنانچہ اسلام دنیاوی لذات اور نعمتوں سے کنارہ کشی کر لینے اور رھبانیت کے طریق کو پسند نہیں کرتا۔

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیَ أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالْطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِیَ لِلَّذِيْنَ آمَنُواْ فِیْ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔﴾(8)

"پوچھو تو کہ جو زینت و آرائش اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں ان کو حرام کس نے کیا ہے کہہ دو کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ایمان والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے دن صرف انہی کا حصہ ہوں گی۔"

معلوم ہوا کہ دین و دنیا کا حسین امتزاج اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے۔ دین و دنیا میں یہی باہمی نظم و ضبط عبادات کے ضمن میں بھی نظر آتا ہے۔ نماز جو اولین عبادت ہے اس کو ایک مقرر وقت میں مشروع کیا گیا ہے۔ جس طرح روزہ ایک متعین ماہ میں مشروع ہے اسی طرح حج کے ایام بھی مقرر ہیں۔ عبادات کو یوں مخصوص اوقات کے ساتھ ساتھ مربوط کرنا نظم و ضبط کی ترغیب و تلقین کے لیے ہے۔ چنانچہ جو شخص اس طریقے سے عبادات کی ادائیگی کرتا ہے تو محض عبادات نہیں بلکہ اس کی پوری زندگی میں نظم و ضبط کا بہترین نمونہ دیکھنے کو ملتا ہے۔

ہر معاشرہ عمر اور مراتب کے لحاظ سے صغار و کبار افراد پر مشتمل ہوتا ہے۔ فرد کی پیدائش خاندان میں ہوتی ہے۔ ماں، باپ، بہن بھائی اور دیگر اعزاء و اقارب کے درمیان پل بڑھ کر وہ مکتب اور پھر عملی میدان میں قدم رکھتا ہے۔ حقوق و فرائض کا صحیح تعین اور مکمل طور پر ٹھیک ٹھیک ادائیگی اصلاح معاشرہ کے لیے نہایت اہم ہے۔ معاشرے میں بگاڑ اسی صورت ہوتا ہے جب دوسروں کے حقوق کما حقہ ادا نہ کیے جائیں۔ اس مقصد کے لیے اسلام مسئولیت اور احساس ذمہ داری کی تلقین کرتا ہے نیز اپنے ساتھ ساتھ انسان اپنے ماتحت کی طرف سے بھی جوابدہ ہو گا۔ جو شخص

فرائض صحیح طور پر انجام دے گا وہ بروز قیامت اجر کا مستحق ہو گا۔ چنانچہ مسئولیت کا یہ احساس انسان میں ایک حوصلہ اور جذبہ پیدا کرتا ہے جس کے نتیجے میں نہ صرف افراد کی تربیت ہوتی ہے بلکہ معاشرے کو صالح اور مہذب افراد میسر آتے ہیں۔ انفرادی اصلاح کے سلسلے میں مسئولیت کا احساس مندرجہ ذیل نکات سے واضح ہوتا ہے۔

I. فرد کے ذہن میں جب یہ خیال جاگزیں ہو جائے کہ اسے اپنے عمل کا حساب دینا ہو گا جس میں کامیابی پر اجر و ثواب اور ناکامی پر عذاب کا مستحق ہو گا تو یہ چیز اسے اپنی ذمہ داری احسن طریقے سے پورا کرنے پر ابھارتی ہے اور اسے یہ شعور ملتا ہے کہ زندگی میں اس کا ایک حصہ اور کردار ہے۔ مسئولیت کے بغیر زندگی فضول اور اس شعور سے خالی ہے۔

II. مسئولیت اگرچہ مشکل امر ہے لیکن جن اخروی انعامات کا وعدہ کیا گیا ہے ان کا تصور انسان کو یہ شعور بخشتا ہے کہ اس کی اس مشقت کی قدر کی جائے گی۔ چنانچہ مسئولیت انسان کو کامیابی کی لذت عطا کرتی ہے، نتیجتاً انسان اپنی ذمہ داریاں ٹھیک ادا کرتا ہے۔

III. مشکل حالات میں مسؤلیت کا احساس انسان کو قوت اور ولولہ عطا کرتا ہے۔ انسان مشکل حالات میں صابر و شاکر رہ کر اخروی انعامات کو سوچتے ہوئے دنیاوی مصائب اور آلام کو برداشت کرتا ہے۔ مسئولیت کے سلسلے میں قرآن حکیم کی تعلیم یہ ہے کہ ہر انسان اپنے عمل کا جوابدہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: ﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُولاً۔﴾ (9)

مذکورہ آیت میں جن اعضاء کا تذکرہ ہے ان کا تعلق حواس سے ہے۔ جسم انسانی کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو دل و دماغ کو قائد کی حیثیت حاصل ہے کہ حواس ان دونوں کے منشا کے مطابق کام کرتے ہیں۔ آیت کی رو سے قائد اور متبعین سب جواب دہ ہیں۔ معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کیا جو ہم بولتے ہیں اس پر ہمارا مواخذہ ہو گا، آپ ﷺ نے جواب دیا کہ لوگ اپنی زبانوں کی کھیتیوں کی وجہ ہی سے جہنم میں اوندھے منہ ڈالے جائیں گے۔(10) جب انسان کے تمام اعضاء سے باز پرس ہو گی تو حاملینِ اعضاء سے باز پرس ہونا لازمی بات ہے۔ مسئولیت انفرادی اصلاح میں اپنا کردار اس طور پر ادا کرتی ہے کہ اس کا احساس انسان کو اپنی تمام تر ذمہ داریاں صحیح طریقے سے پوری کرنے پر ابھارتا ہے جس کے نتیجے میں ہر فرد کو اس کے حقوق ملتے ہیں اور یوں تمام افراد صالح اور معاشرہ پر امن اور منظم و مربوط ہوتا ہے۔

انفرادی اصلاح کے سلسلے میں جن چار بنیادی امور کا ذکر ہوا مقاصدِ شریعت ان میں سے ہر ایک کی تکمیل میں اپنا موئثر کردار ادا کرتے ہیں۔ اصولیین نے استقراء اور تتبع سے مقاصد کے تین درجات مقرر کیے ہیں۔ اول الذکر

وہ امور جن پر انسان کی دینی و دنیاوی زندگی کا دارومدار ہے۔ انہیں مقاصد خمسہ اور ضروری مصالح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مقاصد خمسہ میں بالترتیب تحفظ دین, تحفظ جان, تحفظ عقل، تحفظ نسل اور تحفظ مال شامل ہیں۔ اسی طرح وہ امور جو انسانی زندگی میں سہولت اور آسانی کا باعث بنیں اور تنگی و مشقت کو دور کریں حاجیاتی مصالح سے موسوم ہوتے ہیں۔ جن پر نہ تو دینی و دنیاوی زندگی کا دارومدار ہو اور نہ ان کی عدم موجودگی مشقت کا باعث بنے وہ تحسینی یا کمالیاتی مصالح کہلاتے ہیں۔

انسانی مزاج، کیفیات اور حالات کی بنا پر ہر شخص کی ضروریات و حاجات مختلف ہوتی ہیں۔ چنانچہ بغیر علم اس بات کا اندازہ مشکل ہے کہ کون سی مصلحت کس درجہ کی حامل ہے۔ مصالح کے مدارج کے علم کے بعد ان پر عمل انسان کے لیے آسان ہوتا ہے کیونکہ اسے اس میں اپنی بھلائی اور خیر نظر آتی ہے۔ یوں انشراح صدر کہ ساتھ وہ عمل کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔ اسی طرح بہت سے ایسے مصالح ہیں جو انسان کی دنیاوی زندگی بہتر بنانے میں معاون ہیں مثلاً تحفظِ نسل، تحفظِ مال وغیرہ۔ چنانچہ یہ کہنا اپنی جگہ درست ہے کہ مقاصد انسان کے لیے اپنے اندر دین و دنیا کا حسین امتزاج رکھتے ہیں۔ ان مصالح اور مقاصد کا خیال اگر صحیح طور پر رکھا جائے تو انسان کے اندر احساس ذمہ داری پیدا ہوتی ہے کیونکہ ہر انسان جانتا ہے کہ جس طرح اس کی جان، مال، عزت آبرو محفوظ ہے اسی طرح تمام انسانوں کی۔ اس لیے یہ احساس اسے اپنی ذمہ داریاں ٹھیک ادا کرنے پر ابھارتا ہے، جب ہر شخص اپنی ذمہ داریاں صحیح طور پر بجالائے تو صالح معاشرے کا قیام یقینی امر ہے۔

معاشرتی اصلاح مقاصد شریعت کا مقصود ہے:

دینِ اسلام ایک ایسے پُر امن اور صالح معاشرہ کا داعی ہے جہاں ہر ایک کے حقوق محفوظ ہوں اور ہر ایک اپنے فرائض ادا کرتا رہے۔ کسی بھی معاشرے کو پُر امن بنانے کے لیے اسلام انفرادی اصلاح کی بعد اجتماعی اصلاح پر زور دیتا ہے۔ فرد کی اصلاح بلاشہ معاشرتی اصلاح کی خشت اول ہے۔ اسلام جس فلاحی نظام کے قیام کا داعی ہے اس کے حصول معاشرتی اقدار کو اخلاقی بنیادوں پر استوار کرنے کی ضرورت ہے۔ حکومتی اور انتظامی ڈھانچہ جب تک مستحکم اور شرعی حدود کا پابند نہیں ہوگا تب تک مطلوبہ اہداف حاصل نہیں کیے جاسکتے۔ مقاصد شریعت کا ہدف اجتماعی نظام کو منظم و مستحکم کرکے اسے شرعی احکام کے تابع کرنا ہے۔ معاشرتی اصلاح کے سلسلے میں شارع کے مجوزہ اقدامات حسب ذیل ہیں۔

حفاظت دین:

دین اللہ اور اس کے بندوں کے باہمی تعلق کا نام ہے۔ اس کا تحفظ اصلاحِ معاشرہ کے لیے نہایت اہم ہے کیونکہ کوئی بھی معاشرہ صالح اور پُر امن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی پشت اور بنیاد پر ٹھوس اور اٹل حدود و قیود نہ ہوں۔ تخلیق انسانی پر غور کرنے سے اس میں ضعف اور نقص کا پتہ چلتا ہے۔ انسان جس طرح اپنی اپنی ذات اور پھر ذات سے وابستہ اشیاء سے محبت رکھتا ہے اسی طرح حیاتِ انسانی کے لیے مال و دولت کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کی محبت بھی دل میں رکھتا ہے۔ لیکن انسان کو یہ مال دوسرے افراد سے تعلق اور واسطے کے بغیر ملنا ناممکن ہے۔ اب اگر دین کی قید نہ ہو تو انسان اس مال کی محبت میں دوسروں کے حقوق غصب کرنے اور حرام کا ارتکاب کرنے سے باز نہ آئے۔ دین کا ایک دائرہ کار بندے اور خدا کے تعلق پر مشتمل ہے جنہیں عبادات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس بنیادی دائرہ کے علاوہ بھی کئی دائرہ کار ہیں جو بندوں کے باہمی تعلقات پر مشتمل ہیں۔ ان کا مقصد بندوں کے باہم تعلق اور ربط کو مضبوط کرنا اور اپنی ذمہ داریاں صحیح طور پر انجام دینا ہے۔ ان سب کی حفاظت احکام شریعت کا اولین مقصد ہے۔ حفاظت دین کے سلسلہ میں آپ ﷺ کا یہ فرمان قابلِ غور ہے۔

"لو لا حداثة عهد قومك بالكفر لنقضت البيت فبنيته على اساس ابراهيم عليه السلام۔" (11)

"اگر تمہاری قوم نئی نئی مسلمان نہ ہوئی ہوتی تو میں بیت اللہ کو گرا کر اسے ابراہیمی طرز پر تعمیر کرتا۔"

رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنی اس خواہش کا اظہار ضرور فرمایا لیکن نئے مسلمان ہونے والوں کے دین کی حفاظت کے سبب اس پر عمل نہیں فرمایا۔ پتہ چلا کہ حفاظتِ دین احکام شریعت کا بنیادی مقصد ہے۔

حفاظتِ دین کے لیے شارع کے اقدامات:

- حفاظتِ دین کی خاطر اسلام دینی احکام سیکھنے سکھانے اور ان کی نشر و اشاعت کا حکم دیتا ہے۔ علمِ دین سیکھنے کا حکم مہد سے لے کر لحد تک اس کے ساتھ رہتا ہے۔ گو کہ مکمل علم دین حاصل کرنا تمام امت پر فرض نہیں البتہ مسلمانوں میں سے ایک ایسی جماعت ہر دور اور ہر جگہ موجود ہونی چاہیے جو یہ فریضہ انجام دے۔ تاکہ وہ دوسروں کی اصلاح کا فرض ادا کر سکیں۔

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا۟ فِى الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا۟ قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوٓا۟ إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ۔﴾[12]

"یوں کیوں نہ کیا کہ ہر جماعت میں سے چند اشخاص مختص ہو جاتے تاکہ وہ دین کا علم سیکھ کر اس میں گہرا فہم پیدا کرتے تاکہ جب جب اپنی قوم میں واپس آتے تو وہ انہیں بھی تنبیہ کرتے تاکہ وہ بھی محتاط ہو جاتے۔"

معلوم ہوا کہ دین کا علم حاصل کرنا اور اس کی نشر و اشاعت میں نہ صرف دین کا تحفظ اور بقا ہے بلکہ یہ معاشرتی اصلاح کی بنیاد بھی ہے۔

- احکام دینیہ کی حفاظت اور ان پر کما حقہ عمل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ معاشرے میں صالح قیادت موجود ہو جس کی طرف تنازعات کی صورت میں رجوع کیا جائے۔ یہ قیادت تمام شعبہ ہائے حیات میں تحفظِ دین کے لیے خدمات سر انجام دے تاکہ معاشرے میں حقیقی حکمرانی دین کی ہو۔

﴿فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّىَ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُواْ فِيْ أَنفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيْ۔﴾ (13)

"پس تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ تب تک مومن نہیں ہوں گے جب تک اپنے تنازعات میں آپ ﷺ کو حکم نہ بنالیں اور جو آپ کے فیصلہ کو خوش دلی سے تسلیم نہ کرلیں۔"

- حفاظتِ دین کے لیے ضروری ہے کہ دین کی آبیاری کرتے ہوئے اس کی مدد و نصرت کی جائے، دین کی نصرت کی دو صورتیں ہیں۔

I. دین اسلام اور ریاست کا دفاع مستحکم اور مضبوط بنایا جائے۔ عسکری قوت میں اضافہ اور جدید تقاضوں کے مطابق جنگی و فوجی مہارت حاصل کی جائے تاکہ دشمن دین کی جغرافیائی سرحدوں پر دراندازی نہ کر سکے اور یہی دین اسلام کا حکم ہے:

﴿وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدْوَّ اللّهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾(14)

"اور جہاں تک ہو سکے فوج کی جمعیت کے زور سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے ان کے مقابلے کے لیے مستعد رہو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں پر ہیبت بیٹھی رہے گی۔" معلوم ہوا کہ دین اسلام کے مرکز کا دفاع مضبوط کرنا حفاظتِ دین کا ذریعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دین اور اس کے مرکز کی حفاظت کو لازم و ملزوم قرار دیا ہے۔

"الاسلام والسلطان اخوان توأمان لا يصلح واحد منهما الا بصاحب ،فالاسلام لاسّ والسلطان حارس ومالا س له ليهدم ومالا حارس له ضائع۔" (15)

"اسلام اور حکومت دو جڑواں بھائی ہیں، دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر درست نہیں ہو سکتا۔ اسلام کی مثال ایک عمارت کی ہے اور حکومت گویا اس کی نگہبان ہے، جس عمارت کی بنیاد نہ ہو وہ گر جاتی ہے اور جس کا نگہبان نہ ہو وہ لوٹ لیا جاتا ہے۔"

شارع نے جس طرح اخلاق اور حسن کردار کی تعلیمات دی ہیں، اسی طرح معاشرت، تمدن، معیشت اور سیاست کے بارے میں واضح احکام دیئے ہیں۔ دوسرے حصے پر عمل کے لئے ضروری ہے کہ ریاست موجود ہو اور اگر اس حصے پر عمل نہ کیا جائے تو شریعت کا ایک حصہ معطل ہو کر رہ جاتا ہے اور فلاحی اور صالح معاشرہ وجود میں ہی نہیں آتا۔

II. جغرافیائی سرحدوں کے ساتھ دین اور اس کے افراد کی فکری اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ اہل کفر اور زنادقہ اور ملاحدہ کے شکوک وشبہات کا رد کرنا اور تحریری وتقریری طور پر دین اسلام کی حقانیت ثابت کرنا حفاظتِ دین کا ایک حصہ ہے اور معاشرے میں ایسے افراد کا موجود رہنا ضروری ہے جو یہ فریضہ انجام دے سکیں۔

حفاظت جان:

حفاظت دین کے ساتھ شارع نے معاشرتی اصلاح کے لئے جان کی حفاظت کو ہر ممکن مقدم رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرما کر زمین پر آباد کیا اور حق و باطل کی پہچان دے کر اسے دنیا میں ایک باعزت مقام عطا کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فرد معاشرے کی اولین اکائی ہے اور اس کے بغیر معاشرے کا وجود اور دوام ممکن نہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ انسان اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کی جان کی حفاظت کرے اور یوں ایک دوسرے کی جان کی حفاظت کے نتیجے میں معاشرہ میں امن اور سکون پیدا ہوتا ہے جو اصلاح معاشرہ کے لیے ضروری ہے۔ معاشرے میں انسان کی جان کے تحفظ سے ہی انسان اور معاشرے کی بقا ہے۔ مقاصد خمسہ میں جان کی حفاظت کو مد نظر رکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر انسانی جان کی حرمت کو کعبہ کے تقدس پر بھی فوقیت دی۔

حفظِ جان کے لیے شارع کے مجوزہ اقدامات:

معاشرتی اصلاح کے سلسلے میں شارع نے سب سے پہلے اپنی جان کی حفاظت کا حکم دیا ہے اور اس مقصد کے لئے حالت اضطرار میں محظورات کو استعمال کرنے کی بھی اجازت دی ہے۔ اس مقصد کے لئے شارع نے خودکشی کو حرام قرار دیا ہے (16) اور روایات میں اس کی شدید وعید وارد ہوئی ہے۔ حفاظت جان کے ضمن میں شارع نے

نومولود کی نہ صرف جان کی حفاظت کا حکم دیا ہے بلکہ فقر وفاقہ کے خوف سے قتل کرنے سے روکا ہے۔ اسی طرح شارع نے تمام انسانیت کی جان کی حفاظت کا حکم دیا ہے اور ناحق کسی کو قتل کرنے سے روکا ہے اور ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیتے ہوئے ایک انسانی جان کی حفاظت کو انسانیت کے تحفظ سے تعبیر کیا ہے۔ انسانی جان کے تحفظ کی خاطر قصاص مشروع کیا اور اسے حیات سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَلاَ تَقْتُلُواْ أَوْلادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُم۔﴾ (17)

"اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرنا۔ ان کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔"

﴿لاَ تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُون۔﴾(18)

"جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے، ماسوائے جائز طور پر، اسے قتل نہ کرنا، وہ ان باتوں کی تمہیں تاکید کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔"

﴿وَلَكُمْ فِيْ الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَاْ أُولِيْ الأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُون۔﴾(19)

"اور اے اہل عقل حکم قصاص میں تمہاری زندگانی ہے کہ تم قتل وخونریزی سے بچو۔"

اسلام کے ناقدین الزام تراشی کرتے ہوئے جہاد کو لے کر مختلف اعتراضات دائر کرتے ہیں کہ اسلام جہاد کی آڑ میں انسانیت کے قتل کا درس دیتا ہے۔ یہ بات حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔ میدان جہاد میں اسلام صرف انہی کفار سے لڑنے کی اجازت دیتا ہے جو مقابلہ پر آئیں۔ یہی وجہ ہے کہ کفار کے بچوں، خواتین، معمر افراد، مذہبی پیشواؤں کے قتل کی گنجائش نہیں بشرطیکہ وہ مسلم فوج کے مقابلہ پر نہ آئیں۔ دیکھا جائے تو اس میں انسانیت کا تحفظ ہے کہ صرف فاسد اور خراب مادے کا استیصال کیا جارہا ہے جو دین سے انحراف کرتے ہوئے کرہ ارض پر فساد اور قتل وغارت گری کا بازار گرم کرنا چاہتا ہے۔ یہی اسلام کی تلقین ہے۔

﴿وَقَاتِلُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلاَ تَعْتَدُواْ إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبِّ الْمُعْتَدِيْنَ۔﴾(20)

"اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی اللہ کی راہ میں ان سے لڑو مگر زیادتی نہ کرنا کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔"

رسول اللہ ﷺ نے ضعیف وناتواں، بچوں اور عورتوں کے قتل کی ممانعت فرمائی ہے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

﴿ولا تقتلوا شيخاً فانياً ولا طفلاً ولا صغيراً ولا امرأة۔﴾(21)

مختصرا یہ کہ اسلام نہ صرف اپنی جان کی حفاظت کا حکم دیتا ہے بلکہ تمام انسانوں کی جان کی حفاظت کا درس دیتاہے۔ اس حکم میں مسلم و غیر مسلم کا کوئی امتیاز نہیں۔ صرف اس فرد کے قتل کی اجازت ہے جو معاشرے کے امن و سکون کی راہ میں رکاوٹ بنے یا جو کوئی یہ حق دوسرے سے چھیننا چاہے۔ ایسے میں اس شخص کے وجود سے زمین کو پاک کرنے میں ہی زمین اور معاشرے کی بقااور اصلاح ہے۔

حفظِ عقل:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی عقل کی نعمت انسان کو دیگر مخلوقات سے ممتاز کرتے ہوئے اشرف المخلوقات کے مقام پر فائز کرتی ہے۔ اس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر زمین پر بھیجا اور اپنے احکام کا مکلف بنایا۔ احکام کی بجا آوری عقل پر موقوف ہے۔ انسان کو جانوروں سے ممتاز کرنے اور شرعی احکام کا مکلف بنانے والی چیز عقل ہی ہے۔ عقل کی حفاظت بھی دینِ اسلام کا ایک بنیادی مقصد ہے اور معاشرے کے افراد کا عاقل ہونا اس کی اصلاح کی دلیل ہے۔

حفاظتِ عقل کے لیے شارع کے مجوزہ اقدامات:

- شریعت نے عقل کی حفاظت کی تلقین کی اور اس میں بالیدگی اور نشوونما کے لیے علم اور غور و فکر کو ضروری قرار دیا۔ اس بات کی دلیل قرآن حکیم میں جابجا "لا تعقلون، لا يعقلون، افلا تبصرون، افلا يتدبرون القرآن" اور ان کے ہم معانی الفاظ ہیں۔

﴿إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لاَ يَعْقِلُونَ O وَلَوْ عَلِمَ اللّهُ فِيْهِمْ خَيْراً لَّأَسْمَعَهُمْ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّواْ وَّهُم مُّعْرِضُونَ۔﴾ (22)

"کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام جانداروں میں بدترین وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ اور اگر اللہ ان میں خیر کی طلب دیکھتا تو ان کو سننے کی توفیق بخشتا اور اگر یونہی انہیں سنوا دیتا تو وہ منہ پھیر کر بھاگ جاتے۔"

معلوم ہوا کہ عقل سے کام نہ لینا اللہ کی ناراضگی کا سبب اور عقل کا استعمال سراسر خیر ہے۔

- ایسے تمام اعمال اور علوم نیز کھانے پینے کی اشیاء پر پابندی لگائی جن سے عقل انسانی مخبوط ہو جائے۔ چنانچہ شراب نوشی، منشیات کا استعمال، مسمریزم جادو ٹونہ وغیرہ اسلام میں ممنوع ہے کیونکہ عقل انسانی کو متاثر کرتے ہیں۔

﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالأَنصَابُ وَالأَزْلاَمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُون۔﴾[23]

"شراب اور جوااور بت اور پانسے یہ سب ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں سو ان سے بچتے رہنا تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔"

پتہ چلا کہ شراب کی حرمت اسی بنا پر ہے کہ وہ عقل انسانی کو ضرر پہنچاتی ہے۔ اور جو شخص شراب نوشی کا ارتکاب کرے اس پر حد شرب بھی حفاظت عقل کے پیش نظر لگائی جاتی ہے کہ مستقبل میں اس سے احتیاط برتے۔ معاشرے سے شراب، منشیات اور عقل کے لیے مضر اشیاء و افعال کی روک تھام معاشرے کی اصلاح کی ضامن ہے۔

حفظ نسل:

مقاصد شریعت میں سے ایک اہم مقصد حفاظت نسل ہے۔ اسلام نسل اور خاندان کے تحفظ پر انتہائی زور دیتاہے کیونکہ معاشرے کی بقااور دوام نسل کے دوام پر منحصر ہے۔ اگر نسل اور خاندان کا ادارہ صالح اور پاک بنیادوں پر استوار ہو تو معاشرے کو باصلاحیت اور مہذب افراد میسر آتے ہیں جو اصلاح معاشرہ میں اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔

حفاظتِ نسل کے لیے شارع کے مجوزہ اقدامات:

- حفاظتِ نسل کے لیے اسلام نے اولاً نکاح کی ترغیب دی جس کے ذریعہ مشروع طریقے سے توالد و تناسل کا سلسلہ آگے بڑھتاہے۔ اس بارے قرآن و سنت میں متعدد نصوص وارد ہوئی ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَانكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاء ۔﴾(24)

"جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو۔"

رسول اللہ نے ﷺ ارشاد فرمایاہے کہ:

"یا معشر الشباب من استطاع منکم الباء ۃ فلیتزوج"(25)

"اے نوجوانو!جو تم میں سے بھی استطاعت رکھے اسے چاہیے کہ نکاح کرلے۔"

اماں عائشہؓ کے روبرو ایک صحابی نے تجرد کی زندگی گزارنے کا عزم ظاہر کیا، جب آپ ﷺ کے علم میں یہ بات آئی تو ارشاد فرمایا:

"اما واللہ انی لا خشا کم للہ واتقاکم لہ ... واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔" (26)

"اللہ کی قسم میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور پرہیز گار ہوں... اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں۔"

مذکورہ بالا نصوص سے معلوم ہوا کہ نکاح ایک محمود عمل ہے اور استطاعت وقت کے باوجود اس سے اعراض کرنا سنتِ نبوی ﷺ سے اعراض کرنے کے مترادف ہے جس پر وعید وارد ہے۔

- حفاظتِ نسل کے لیے نہ صرف نکاح تو مشروع کیا گیا بلکہ اس راہ میں حائل تمام رکاوٹوں کو دور کیا گیا۔ ذہنی ہم آہنگی نہ ہونے کی صورت میں مرد کو طلاق اور عورت کو خلع کا حق دیا۔ مرد کو بیک وقت چار عورتوں کو اپنے عقد میں رکھنے کی اجازت دی۔ شارع نے نسب کے تحفظ اور نسل میں اختلاط الدم کے لئے ستر وحجاب کے تفصیلی احکام ارشاد فرمائے اور بدکاری کو حرام قرار دیکر اسے حدود میں شامل کر دیا۔ تحفظ نسل کے ضمن میں وارد شدہ تمام ایجابی اور سلبی احکام کا مقصد تنازعات اور عداوت سے پاک صالح معاشرے کا قیام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَلاَ تَقْرَبُواْ الزِّنَى إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاء سَبِيْلاً۔﴾(27)

"اور زنا کے پاس بھی نہ جانا کہ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے۔"

- معاشرے سے بے حیائی کو ختم کرنے کے لیے اسلام پردہ اور غض بصر کا حکم دیتا ہے۔ مخلوط محافل کی ممانعت کے ساتھ مرد وخواتین کے دائرہ کار کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ معاشرتی اصلاح کے لئے زنا کے تمام مقدمات اور محرکات پر سد ذرائع کا بند لگا دیا گیا ہے۔

﴿وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ۔﴾(28)

"اور ان مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں پست رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔"

﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۔﴾(29)

"مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں"

معلوم ہوا کہ اسلام صرف زنا کو حرام قرار نہیں دیتا بلکہ اس تک پہنچانے والے اسباب اور دواعی پر بھی پابندی لگاتا ہے تاکہ معاشرے سے اس برائی کے امکانات کم سے کم ہو سکیں۔

- حفاظت نسل کے لئے شارع نے زنا کو قبیح فعل قرار دیکر اس پر نہ صرف سخت سزا تجویز کی بلکہ کسی پاک دامن مرد وعورت کے دامن کو داغدار کرنے کو بھی شدید ناپسند کیا۔ حد قذف کی مشروعیت بھی اس سلسلے

کی ایک کڑی ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں ایک پاکدامن شکوک و شبہات کے دائرے میں آجاتا ہے جس سے نسل کے مشکوک ہونے کا اندیشہ پیدا ہو سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ اسلام نسل اور خاندان کے تحفظ اور بقا کا پر زور داعی ہے۔ اس مقصد کے لیے بہت سے ایسے احکامات دیتا ہے جن کے ذریعے توالد و تناسل کا سلسلہ مشروع اور پاکیزہ طور پر آگے چلتا ہے اور جو طرق یا افعال تحفظِ نسل کے لیے مضر ثابت ہو سکتے ہیں ان پر پابندی لگاتا ہے تاکہ معاشرے سے برائی کے امکانات معدوم ہوں اور پاکیزہ معاشرہ وجود میں آسکے۔

حفظ مال:

مال وزر اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے، حیاتِ انسانی کا قیام و انتظام اسی سے منسلک ہے۔ مال و زر کے بغیر انسان ضروریاتِ زندگی کے حصول سے عاجز ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ بروزِ قیامت انسان پانچ سوالوں کے جواب دیے بغیر آگے نہ بڑھ سکے گا۔ ان پانچ میں سے دو مال سے متعلق ہیں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔(30) اس سے مال کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح بہت سی عبادات مثلاً زکوٰۃ، حج وغیرہ کی ادائیگی مال پر منحصر ہے کہ اس کے بغیر انسان یہ عبادات بجالانے سے قاصر ہے۔ مال کی اس اہمیت کے پیشِ نظر مال کی حفاظت شریعت کا اہم مقصد ہے۔ اور اگر تحفظ مال کا حکم نہ دیا جائے تو انسان اس کے حصول کے لیے جائز و ناجائز ذرائع استعمال کرے گا جس سے نہ صرف دوسروں کے اموال خطرات میں پڑ جائیں گے بلکہ معاشرے کا امن و سکون بھی غارت ہو گا۔

مال کے تحفظ کے لیے شارع کے مجوزہ اقدامات:

- مال کے تحفظ کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اکتساب مال کیا جائے۔ اکتساب زر کے لیے ضروری ہے کہ انسان کے دل میں اس کی محبت ہو۔ انسان کے دل میں اگر مال وزر کی محبت نہ ہو تو وہ اس کے حصول کے لیے تگ و دو کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں مال وزر کی محبت ڈال دی ہے تاکہ انسان اس کے حصول کے لیے کوشش کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

  ﴿وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۔﴾31 "بیشک وہ مال سے بہت محبت کرنے والا ہے۔"

- مال وزر سے بہت زیادہ محبت کی بنا پر اس بات کا امکان تھا کہ انسان اس کی محبت میں اندھا ہو کر جائز و ناجائز طریقے سے اس کے حصول کی فکر میں رہے گا۔ شارع نے کسب معاش کے اصول وضع کئے اور حصول زر اور خرچ کے واضح احکام دیئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلاَّ أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ ۔﴾(32)

"مومنو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ، البتہ باہمی رضامندی سے تجارتی لین دین ہو تو وہ جائز ہے۔"

معلوم ہوا کہ کسب معاش کے بعض ذرائع جائز ہیں جن میں سے ایک باہمی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہے۔ کسب معاش کے ناجائز ذرائع میں وہ شامل ہیں جن کے بارے میں قرآن و سنت میں نہی وارد ہے مثلاً ربا، رشوت اور بیوع کی وہ صورتیں جنہیں آپ ﷺ نے ممنوع قرار دیا ہے۔

- مال کی حفاظت کے پیشِ نظر شریعت نے اموال کے ضیاع سے منع فرمایا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَلاَ تُؤْتُواْ السُّفَهَاء أَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّهُ لَكُمْ قِيَاماً۔﴾(33)

"جس مال کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے سبب معیشت بنایا ہے اسے ناسمجھ افراد کے سپرد مت کرو۔"

کم عقل کو مال دینے میں ضیاع کا اندیشہ ہے اس لیے اس سے منع فرمایا گیا۔ اسی طرح اسراف و تبذیر سے بھی روکا گیا جس کے نتیجے میں مال ضائع ہوتا ہے۔(34)

- مال کی حفاظت کے لئے حد سرقہ مشروع کی گئی ہے، کیونکہ سرقہ کے نتیجے میں جہاں لوگوں کے اموال خطرات میں پڑتے ہیں وہیں اس کے نتیجے میں دشمنی اور قتل و غارت گری جنم لیتی ہے اور معاشرے کا امن وسکون برباد ہوتا ہے۔

مختصراً یہ کہ مال کی حفاظت کے لیے شریعت میں بہت زیادہ احکامات دیے گئے ہیں ان سب کا احاطہ یہاں ناممکن ہے۔ مذکورہ پانچوں امور دین کے بنیادی اصول و کلیات میں سے ہیں۔ دیگر شرائع اور معاشروں میں بھی کسی نہ کسی حد تک ان کی رعایت رکھی گئی ہے، تاہم جس جامعیت کے ساتھ اسلام نے ان پر بحث کی ہے اور اصول و قوانین وضع کیے ہیں وہ اسی کا خاصہ ہے۔ یہ مقاصد تمام انسانوں سے باہم مربوط اور جڑے ہوئے ہیں۔ ان کا تحفظ معاشرے کی اصلاح اور تحفظ کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مقاصد شریعت کو ملحوظ رکھنے سے انفرادی اصلاح عمل میں آتی ہے بلکہ اجتماعی اصلاح بھی وجود میں آتی ہے اور ایک ایسا معاشرہ قائم ہوتا ہے جس میں لوگوں کی جان، مال اور عزت محفوظ ہوتی ہے اور اہل معاشرہ پُرامن اور پُرسکون زندگی بسر کرتے ہیں۔

مقاصد شریعت اور اتحاد ملتِ اسلامیہ:

عالمِ اسلام اور مسلمانوں کا اتحاد و اتفاق سب سے اہم اور انسانی حیات و بقا مسئلہ ہے اور اس کی ضرورت ہر دور اور ہر زمانے میں محسوس ہوتی رہی ہے۔ قرآن و سنت میں اتحاد و اتفاق کے بارے میں متعدد نصوص وارد ہیں۔ چند ایک ملاحظہ ہوں۔

- ﴿وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّهِ جَمِيْعاً وَلاَ تَفَرَّقُواْ ۔﴾(35)

"اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور باہمی تفرقے میں نہ پڑنا۔"

اعتصام کا لفظ اپنے اندر نہایت جامعیت رکھتا ہے۔ اس کا لغوی معنی رک جانا یا بچ جانا ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی رسی کو اس قدر مضبوطی سے تھاما جائے کہ گرنے یا راہ سے ہٹ جانے کا خدشہ باقی نہ رہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اتحاد کا مرکز و محور اللہ کی کتاب اور سنت ہے۔

- ﴿ وَلاَ تَكُونُواْ كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُواْ وَاخْتَلَفُواْ مِن بَعْدِ مَا جَاء هُمُ الْبَيِّنَاتُ﴾(36)

"اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہو گئے اور واضح احکام آنے کے بعد بھی ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگے۔"

سابقہ امم میں اختلاف تب رونما ہوا جب انہیں علم کی دولت عطا کی گئی۔ مناسب تو یہ تھا کہ علم اختلاف ختم کرنے کا ذریعہ بنتا لیکن گمراہ قوموں نے اسے ہی افتراق و انتشار کا باعث بنالیا۔

- ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ولا تختلفوا فان من كان قبلكم اختلفوا فهلكوا۔"(37)

"دیکھو! آپس میں اختلاف نہ کرو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ اختلاف کا شکار ہو کر ہلاک ہو گئے۔"

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف ہلاکت و بربادی کا سبب ہے، مفہوم مخالف سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اتحاد و اتفاق میں ملت اسلامیہ کی حیات و بقا ہے۔

- ابو ثعلبہ خشنیؓ کی روایت ہے کہ رسول ﷺ جب کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو صحابہ کرام وادیوں اور گھاٹیوں میں منتشر ہو جاتے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا "یقیناً تمہارا ان گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر جانا شیطان کی طرف سے ہے۔" حدیث کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

"وان تفرقكم فى هذه الشعاب والاودية انما ذلكم من الشيطان۔" (38)

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کے وقتی طور پر الگ الگ ہو جانے کو پسند نہیں فرمایا تو من حیث القوم امتِ مسلمہ میں اختلاف اور افتراق کس طرح محمود ہو سکتا ہے۔ مذکورہ نصوص سے اتحاد و اتفاق کا مفہوم اخذ کیا جا سکتا ہے کہ تمام مسلمان ایک دوسرے سے دلی محبت رکھتے ہوئے اپنے اپنے علم اور قبائل کو چھوڑ کر قرآن و سنت کے تحت جمع ہو جائیں۔ تمام تر اختلاف کا حل بھی قرآن و سنت کو قرار دیا جائے اور سب اپنی اپنی رسیاں چھوڑ کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں۔ ظاہر ہے کہ ایسا کرنے کے لیے پہلے سے موجود غلط قسم کے عقائد اور نظریات کو چھوڑنا ہو گا۔ البتہ اتنی

بات یاد رہے کہ فقہاء و مجتہدین کا فروعی مسائل میں اختلاف اہل اسلام کی جمعیت اور اتحاد کے لیے مضر نہیں۔ انسانوں میں عقل و فہم کا اختلاف موجود ہے، اسی کی بنا پر اجتہاد میں اختلاف رونما ہوا ہے۔ تاہم اتنی بات ضروری ہے کہ صحیح اجتہاد والا دوہرے اجر اور خلوص نیت اور علم کے باوجود مخطی ایک اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ اگر یہ اختلاف مذموم ہوتا تو اس پر اجر و ثواب کوئی معنی نہ رکھتا۔ اہل ایمان نے جب تک اسلام کے جھنڈے تلے اپنی صفوں میں اتحاد و اتفاق قائم رکھا اللہ تعالیٰ نے ان کو خلافت ارضی عطا فرمائی جیسا کہ ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِيْ الْأَرْضِ ﴾(39)

"اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ تم میں سے جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک کام کریں کہ ان کو لازما ملک کا حاکم بنادے گا۔"

چنانچہ مسلمانوں کا اتحاد و اتفاق نہ صرف خلافت فی الارض کا ذریعہ بنا بلکہ اہل کفر کے دلوں میں اہل اسلام کا رعب اور دبدبہ بھی ڈالے رکھا۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ جن برائیوں اور خرابیوں نے اہل اسلام کو اپنی لپیٹ میں لیا ان میں سے ایک اختلاف اور فرقہ بازی تھی۔ اس اختلاف کے نتیجے میں جہاں کفار کے دلوں مسے مسلمانوں کا دبدبہ ختم ہوا وہیں خلافت و حکومت بھی ہاتھ سے جاتی رہی۔ نظریاتی و عملی اختلاف نے مسلمانوں کو عزو شرف کی رفعت و بلندیوں سے ذلت و رسوائی کی گہرائیوں میں پہنچا دیا، نتیجتاً مسلمان اپنے اندر باہم اتحاد کے متعدد نکات کے ہوتے ہوئے بھی اتحاد پیدا نہ کر سکے اور یوں اہل کفار کے غلام بن کر زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے۔ اتحاد و اتفاق کی اس اہمیت اور اس کے بارے وارد ہونے والی نصوص کے پیشِ نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اتحادِ ملتِ اسلامیہ شریعتِ اسلامیہ کا ایک بنیادی مقصد ہے اور اس کے مقصد کے حصول کے لیے اسلام بہت سے احکامات دیتا ہے، جیسا کہ ذیلی سطور سے واضح ہوتا ہے۔

اتحادِ ملتِ اسلامیہ کے سلسلے میں کیے جانے والے اقدامات:

- اسلام اتحاد و اتفاق کی تلقین اور اختلاف و افتراق سے روکتا ہے۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"إِنَّ اللهَ يَرْضَى لَكُمْ ثَلَاثًا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلَاثًا، فَيَرْضَى لَكُمْ: أَنْ تَعْبُدُوهُ، وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَأَنْ تَعْتَصِمُوابِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ: قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةِ الْمَالِ -"(40)

"یقینا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین چیزوں کو پسند اور تین کو ناپسند کیا ہے۔ تمہارے لیے اس کی عبادت کرنے، شرک نہ کرنے اور اس کی رسی کو مل کر مضبوطی سے تھامنے اور تفرقہ میں نہ پڑنے کو پسند کیااور بحث و تکرار، کثرت سوال اور مال کے ضیاع کو ناپسند فرمایا۔" معلوم ہوا اتحاد اتفاق شریعت اسلامیہ میں محمود و مطلوب ہے۔

- اتحاد و اتفاق قائم کرنے کے لیے اسلام نے سواد اعظم کے ساتھ جڑے رہنے کا حکم دیا ہے اور اس سے کٹنے اور الگ ہونے سے منع فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک جماعت کی صورت میں اہل کفر مسلمانوں کو کسی بھی قسم کا نقصان پہنچانے سے گریز کریں گے۔ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی ایک طویل روایت ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ "تم پر مسلمانوں کی جماعت کی جڑے رہنے اور ان کے امام کی اطاعت لازم ہے۔"[41] مسلمانوں کی جماعت اور امام سے منسلک رہنے کا حکم اسی بنا پر ہے کہ ایسی صورت میں اسلام اور اہل اسلام دنیا میں اہل کفر سے محفوظ اور باعزت زندگی گزار سکتے ہیں۔ نیز یہ چیز رضائے خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہے۔
- مسلمانوں کے اتحاد و یگانگت کی خاطر اسلام اخوتِ دینیہ کا درس دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے اور باہمی تنازعات کی صورت میں صلح کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے﴿إِنَّمَاالْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوابَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾[42]

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ "**کونواعباداللہاخواناالمسلم اخوالمسلم لایظلمه ولا یخذله ولا یحقره**" (43)

"اللہ کے بندوں بھائی بھائی بن جاؤ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے رسوا اور نہ تحقیر کرتا ہے۔"

- اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو پیدا کرنے کے بعد مختلف قوموں اور قبائل میں منقسم فرمایا جس کا مقصد باہمی تعارف اور جان پہچان ہے۔ ایک دوسرے پر اپنے قبیلے یا قوم کو لے کر بڑائی جتانا اور فخر کرنا اسلامی تعلیمات کے خلاف اور اختلاف و افراق کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو مختلف قبائل میں پیدا کر کے اس نکتے کو واضح کر دیا کہ تمام انسان مرد و عورت سے پیدا ہونے میں برابر اور متحد ہیں۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا۔﴾[44]

"لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد و عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔"

مذکورہ آیت مبارکہ میں مساوات کا ایک عظیم اصول واضح کیا گیا ہے کہ عزت و شرف کا معیار قبیلہ یا وطن نہیں بلکہ تقویٰ ہے۔ گویا کہ اسلام اپنے پیروکاروں کو ایمان عقائد کی ایک ایسی مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے جس پر اتحاد کی عمارت استوار کی جاسکتی ہے۔ اسی بنا پر اسلام اپنے متبعین کو امت واحدۃ سے تعبیر کرتا ہے چاہے ان کا تعلق دنیا کے کسی بھی خطہ یا کسی قوم سے ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ ہٰذِہٖ اُمَّتُکُمْ اُمَّۃً وَاحِدَۃً وَّاَنَا رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْن۔﴾(45)

"لوگو! یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں تو میری ہی عبادت کیا کرو۔"

مختصر یہ کہ ملتِ اسلامیہ کا اتحاد شریعتِ اسلامیہ میں عین مطلوب ہے۔ اس مطلوب کو حاصل کرنے کے لیے اسلام اتحاد و اتفاق اور عدمِ شذوذ کا حکم دیتا ہے۔

منظم اور مربوط عبادات اور ملت اسلامیہ کا استحکام:

شریعت اسلامیہ میں اہل اسلام کا اتحاد چونکہ مطلوب اور محمود ہے اس لیے شرعی عبادات اوراحکام میں بھی مسلمانوں کے اتحاد کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔ منظم مربوط عبادات کا نظام معاشرتی اصلاح اور ملت اسلامیہ کے داخلی اور خارجی استحکام میں مؤثر ہے۔

- نماز مختلف اوقات میں مختلف صورتوں میں مشروع ہے لیکن ان میں سے اکثر جماعت کی شکل میں ادا کی جاتی ہیں جن سے مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی جھلک نظر آتی ہے۔ نماز جمعہ و عیدین کو شہر میں ایک مقام پر کھلی جگہ میں ادا کرنے کی حکمت بھی یہی ہے کہ مسلمانوں میں اتحاد و بھائی چارے کی فضا قائم رہے۔ نیز نماز میں امیر غریب، شاہ و گدا، ہر قبیلے سے تعلق رکھنے والے تمام افراد کا ایک ہی صف میں کھڑا ہو کر ایک امام کی اقتدا میں نماز ادا کرنا اس بات کا اظہار ہے کہ اہل اسلام باہم متحد اور اکٹھے ہیں۔ نماز کی اس طور پر ادائیگی ہر شخص کے دل سے اختلاف و افتراق کے تصور کو ختم کرکے بھائی چارے اور اتحاد پیدا کرنے کا درس دیتی ہے۔
- روزہ میں بھی دوسرے مسلمانوں سے قربت و الفت کا معنی پایا جاتا ہے۔ مسلمانانِ عالم ایک ہی ماہ میں روزہ رکھتے ہیں اور تمام کا روزہ ایک ہی وقت سے شروع ہو کر ایک ہی وقت پر ختم ہوتا ہے۔ صبح صادق سے غروب آفتاب تک بھوکا پیاسا رہ کر انسان فقراء اور مساکین کے دکھ درد کو محسوس کرتا ہے۔ یوں تمام مسلمانوں میں الفت و یگانگت جنم لیتی ہے جو شریعت کا بنیادی مقصد ہے۔

- حج مسلمانوں کے اجتماع و اتحاد اور یگانگت کا عظیم الشان مظہر ہے۔ اطرافِ عالم سے مختلف رنگ و نسل کے افراد ایک ہی مقام پر جمع ہوتے ہیں۔ ایک ہی وقت میں ایک جیسے افعال (مناسک حج) کی ادائیگی مسلمانوں کے اجتماع کو واضح کرتی ہے۔
- زکوٰۃ ایک انفرادی عبادت ہے کہ ہر صاحبِ نصاب اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔ لیکن زکوٰۃ فقراء اور اغنیاء کے درمیان بڑھتی ہوئی خلیج کو کم کرنے اور دونوں میں باہمی قربت اور الفت بڑھانے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ معلوم ہوا کہ شرعی عبادات کافی حد تک اتحاد و اتفاق کا باعث بنتی ہیں اور معاشرے میں افتراق اور اس کے نتیجے میں تنازعات کا امکان معتدبہ حد تک کم ہوتا ہے۔

معاشرتی اصلاح اور وحدت امت کے لئے تجاویز و سفارشات:

امتِ مسلمہ دورِ حاضر میں بہت سے مسائل سے نبرد آزما ہے۔ جہاں کفر اور اہل کفر امتِ مسلمہ کی جغرافیائی حدود کی خلاف ورزی کر رہے ہیں وہیں نظریاتی سرحدیں بھی اغیار کے تسلط سے محفوظ نہیں۔ مسلمانوں کو نہ صرف مادی لحاظ سے بلکہ فکری اور روحانی طور پر بھی مفلوک الحال بنا دینا کفر کا اولین مقصد ہے۔ فکری اور نظریاتی کمزوری مسلمانوں کی مادی کیفیت پر اثر انداز ہوتی ہے جس کا فائدہ اٹھا کر کفار مسلمانوں پر حاوی اور غالب ہوتے ہیں۔ کفار اپنے تمام تر اختلافات بھلا کر مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ اس خدشہ کے پیش نظر اسلام روز اول سے نہ صرف اتحاد و اتفاق کا زبردست داعی رہا ہے بلکہ اس مقصد کے لیے عبادات بھی ایسی مشروع کی ہیں جن سے مسلمانوں میں عملی طور پر بھی اتحاد پیدا ہو۔ وحدت امت کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات وقت کا اہم تقاضا ہے۔

- مسلمانوں میں پھیل جانے والی بدعات اور خرافات کا سد باب کر کے عقائد کا تصفیہ اور تزکیہ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ عقائد مختلف ہوتے ہوئے اتحاد ہو جانا مشکل ہے۔ تعمیر فکر کے ساتھ تطہیر فکر معاصر علمائے کرام کی بنیادی ذمہ داری ہے۔
- رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ اور اسلامی طرزِ حیات کی نشر و اشاعت اور ترویج ضروری ہے تاکہ لوگ اسلامی طرزِ حیات اپناتے ہوئے ایک دوسرے کے قریب آئیں۔
- قوموں کی برتری اور عروج کا پہلا زینہ تعلیم و تعلم ہے۔ اس لیے اپنی تعلیم کی طرف توجہ دینے اور اس کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ اغیار کی نقالی کی بجائے یکساں اور اسلامی نصاب تعلیم رائج کیا جائے تاکہ تعلیم اتحاد پیدا کرنے کا باعث بن سکے۔

- انفرادی اور اجتماعی وسائل کو ممکنہ حد تک اسلام اور اہل اسلام کے لئے وقف کیا جائے اور ان وسائل کو کمزور وناتواں مسلمانوں کی مدد و نصرت کے لئے صرف کیا جائے۔
- مختلف ممالک کے ارباب حل و عقد کے درمیان مجالس اور موتمرات کا انعقاد ہونا چاہیئے تاکہ پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے باہمی مشاورت سے کوئی صورت نکالی جاسکے۔ نیز مختلف مقامات کے مسائل ایک ہی پلیٹ فارم پر موضوع بحث ہونے سے بہتر حل میسر آنے کے امکان زیادہ ہیں۔
- مسلم ممالک کو اپنی ایک مشترکہ منڈی اور بازار قائم کرنا چاہیے۔ ایسا کرنے سے نہ صرف مسلم ممالک کی معیشت میں بہتری ہوگی بلکہ بیروزگار مسلمانوں کو روزگار میسر آئے گا۔
- مسلم ممالک میں مشترکہ کرنسی اور ایک اقتصادی نظام رائج ہونا چاہیے۔
- بلاسود بینکنگ کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیئے تاکہ اسلامی معیشت اپنے قدم جمائے اور رسودی تجارتی بینکوں کو گردگھیرا تنگ ہو۔

مذکورہ امور پر عمل پیرا ہو کر نہ صرف مسلم اقوام دنیا میں قابلِ قدر نام اور مقام حاصل کرسکتے ہیں بلکہ کفار کے غلبہ اور تسلط سے چھٹکارا بھی پا سکتی ہیں۔ دورِ حاضر میں ایک بڑا مسئلہ کفر کا اہلِ اسلام کے خلاف پوری عسکری و فوجی قوت سے حملہ آوار ہونا بھی ہے۔ وسائل کی کثرت کے باوجود امت مسلمہ اغیار کی دست نگر ہے۔ایک خدا، ایک رسول ﷺ اور ایک کتاب ہونے کے باوجود اسلامی ممالک باہم دست و گریباں ہیں۔ مسلم اقوام کو اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کر کے تمام تر وسائل کو اختلاف و افتراق کو ختم کرنے میں استعمال کریں۔ نصوص کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس امت کو اتحاد کی لڑی میں پرونا شریعت کا بنیادی مقصد ہے۔ مصالح کا حصول اور مفسدات سے بچاؤ ہ دورِ حاضر میں امت کو درپیش مسائل کا حل بھی اتحاد و اتفاق کی صورت میں ہی ممکن ہے۔ معاشرتی اصلاح اور اتحاد امت کے لئے فکری تعمیر اور فکری تطہیر کے ساتھ شارع کے مقاصد خمسہ کو بھی پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1۔ الحج، 41:22

2۔ المسلم، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب بَیَانِ کَونِ النَّہیِ عَنِ الْمُنْکَرِ مِنَ الاِیمَانِ، رقم الحدیث 186

3۔ المائدہ 33:5

4۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، ابو عبداللہ، سنن ابن ماجہ، بیت الافکار الدولیۃ ریاض، ۱۴۲۰ھ، کتاب فضل العلماء، رقم الحدیث 225

5۔ المجادلۃ 11:58

6۔ البقرۃ، 277:2

7۔ القصص، 77:28

8۔ الاعراف، 32:7

9۔ الاسراء، 36:17

10۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، بیت الافکار الدولیۃ ریاض، ۱۴۲۰ھ، کتاب الایمان، باب ماجاء فی حرمۃ الصلاۃ، رقم الحدیث 2616

11۔ النسائی، ابو عبدالرحمان احمد بن شعیب، سنن النسائی، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع ریاض، طبع اول، ۱۹۸۸ء، کتاب مناسک الحج، باب بناء الکعبۃ، رقم الحدیث 2901

12۔ التوبۃ، 122:9

13۔ النساء، 65:4

14۔ الانفال، 8:60

15۔ السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، جلال الدین، جامع الحدیث الہمزۃ مع الیاء رقم 10156

16۔ النساء، 29:4

17۔ الاسراء، 31:17

18۔ الانعام، 151:6

19۔ البقرۃ، 179:2

20۔ البقرۃ، 190:2

21۔ ابو داؤد، سلیمان ابن اشعث، سنن ابی داؤد، بیت الافکار الدولیۃ ریاض، ۱۴۲۰ھ، کتاب الجهاد، باب فی دعاء المشرکین، رقم الحدیث 2614

22۔ الانفال، 22,23:8

23۔ المائدۃ، 90:5

24۔ النساء، 3:4

25۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، دار ابن کثیر دمشق، طبع خامس، ۱۴۱۴ھ، ۱۹۹۳ء، کتاب النکاح، باب قول النبی ﷺ من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج، رقم الحدیث 4778

26۔ ایضاً، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، رقم الحدیث 4776

27۔ الاسراء، 32:17

28۔ النور، 31:24

29۔ النور، 30:24

30۔ دیکھئے: الترمذی، جامع الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع، باب فی القیامۃ، رقم الحدیث 2416

31۔ العادیات، 8:100

32۔ النساء، 29:4

33۔ النساء، 5:4

34۔ الاسراء، 26:17

35۔ آل عمران، 103:3

36۔ آل عمران، 105:3

37۔ البخاری، صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب حدیث الغار، رقم الحدیث 3289

38۔ ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب مایؤمر من انضمام العسکر وسعتہ، رقم الحدیث 2628

39۔ النور، 55:24

40۔ مسلم، ابوالحسین بن الحجاج، صحیح مسلم، بیت الافکار الدولیۃ ریاض، ۱۴۲۰ھ، کتاب الأقضیۃ، باب النھی عن کثرۃ المسائل من غیر حاجۃ، رقم الحدیث 1715

41۔ البخاری، صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب کیف الامر اذا لم تکن جماعۃ، رقم الحدیث 6673

42۔ الحجرات، 10:49

43۔ مسلم، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ واحتقارہ ودمہ۔۔۔، رقم الحدیث 2564

44۔ الحجرات، 13:49

45۔ الانبیاء، 92:21